آخری قسط

# قادیانیوں کا صد سالہ جشن......حقیقت کے آئینے میں

پروفیسر خالد شبیر احمد

''الفضل'' قادیان تحریر کرتا ہے:

''اس وقت کابل نے گورنمنٹ انگریزی سے جنگ شروع کر دی ہے۔ احمدیوں کا یہ فرض ہے کہ گورنمنٹ کی خدمت کریں، کیونکہ گورنمنٹ کی اطاعت ہمارا فرض ہے۔ افغانستان کی جنگ احمدیوں کے لیے ایک نئی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ کابل وہ زمین ہے جہاں ہمارے قیمتی وجود مارے گئے اور ظلم سے مارے گئے اور بے سبب اور بلاوجہ مارے گئے، پس کابل وہ جگہ ہے جہاں احمدیت کی تبلیغ منع ہے اور اس پر صداقت کے دروازے بند ہیں۔ اس لیے صداقت کے قیام کے لیے گورنمنٹ کی فوج میں شامل ہو کر ان ظالمانہ رکاوٹوں کو رفع کرنے کے لیے گورنمنٹ کی مدد کرنا احمدیوں کا مذہبی فریضہ ہے پس کوشش کرو تمہارے ذریعے وہ شاخیں پیدا ہوں جس کی حضرت مسیح موعود نے اطلاع دی ہے۔'' (الفضل قادیان ۲۷ مئی ۱۹۱۹ء)

لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کی خدمت میں پیش کیے جانے والے ایڈریس میں قادیانیوں نے جنگ کابل کے دوران اپنی خدماتِ جلیلہ کے متعلق کہا:

''جب کابل کے ساتھ جنگ ہوئی تب ہماری جماعت نے اپنی طاقت سے بڑھ کر مدد دی، اور علاوہ اور قسم کی خدمات کے ایک ڈبل کمپنی پیش کی جس کی بھرتی جنگ بند ہونے کی وجہ سے رُک گئی ورنہ ایک ہزار سے زائد آدمی اس کے لیے نام لکھوا چکے تھے اور خود ہمارے سلسلہ کے بانی کے چھوٹے بھائی نے خدمات پیش کیں اور چھ ماہ تک ''ٹرانسپورٹ کور'' میں آنریری طور پر کام کرتے رہے۔'' (الفضل قادیان ۴؍ جولائی ۱۹۲۱ء)

..................

۱۹۲۰ء میں قادیانیوں نے افغانستان کے روس کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم ہونے کے بعد سازشوں کا ایک نیا سلسلہ شروع کر دیا۔ ان کارروائیوں کی ایک وجہ یہ تھی کہ افغانستان کی فوج کو ترکی جرنیل اور سابق اوسی شام جمال پاشا ترتیب دے رہے تھے۔ جنگ عظیم اوّل کے بعد یورپ میں کارل ایڈک نے ان کی ملاقات امیر امان اللہ سے کرائی۔ جنھوں نے آپ کو ملازم رکھ لیا تا کہ افغان فوج کو جدید طریقوں پر تیار کریں۔ ۱۹۲۰ء میں تاشقند میں نظر بند ترکی افسران سے ملاقات کر کے آپ نے ایک جماعت بنائی اور افغانستان میں فوجی انسپکٹر جنرل کا عہدہ سنبھالا۔ قادیانیوں نے ان کو خطوط لکھے کہ افغانستان میں ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ اگرچہ وزیر خارجہ افغانستان قادیانیوں کو یقین دہانی کرا چکے تھے کہ ان کو بلاوجہ تنگ نہیں کیا

جائے گا۔لیکن بعض علاقوں میں قادیانیوں نے بدستور سازشیں کیں ۔ بدنام برطانوی جاسوس عبدالکریم کے خوست میں بدامنی پھیلانے میں قادیانیوں نے اس کی پشت پناہی کی ۔ یہ شخص بعد میں ہندوستان بھاگ آیا۔انگریزوں نے اسے سیاسی پناہ دے دی ۔ دریں اثنا مرزا محمود نے نعمت اللہ قادیانی کو قادیان سے تربیت دے کر کابل روانہ کیا جہاں وہ کچھ عرصہ بعد تخریب کاری کے جرم میں گرفتار ہوگیا اور اپنے مشن کو کامیابی سے ہم کنار نہ کر سکا۔''(اسرائیل سے قادیان تک ۔ از ابو مدثرہ ملتان ۔ص ۸۸،۸۹،۹۰)

## افغان حکمران اور قادیانیت

### عبدالرحمٰن قادیانی کا قتل (۱۹۰۱ء)

افغانستان کے ساتھ قادیانیوں کی نفرت اس حقیقت پر مبنی ہے کہ وہاں ان کے کئی مبلغ سنگسار کر دیئے گئے تھے۔ ۱۹۰۱ء میں عبدالرحمٰن قادیانی کا قتل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ۔اس قادیانی کو خصوصی ہدایات کے ساتھ قادیان سے کابل بھیجا گیا تھا۔جس میں سب سے اہم ہدایت افغانیوں میں جذبۂ جہاد کو ختم کرنا سرفہرست تھا۔اس وقت ہندوستان کی انگریز حکومت اور افغانستان کے تعلقات انتہائی کشیدہ ہو چکے تھے اور افغان باشندوں میں جذبہ جہاد اپنے عروج پر تھا۔ افغان علماء دن رات ایک کر کے افغانیوں میں جذبۂ جہاد عام کرنے کی کوشش کر رہے تھے ۔بعض افغانی سرحد عبور کر کے پشاور، بنوں اور کوہاٹ میں زیر زمین کارروائیوں میں کئی انگریز افسروں کو موت کے گھاٹ اتار چکے تھے۔ایسی صورت میں قادیانی انگریزوں کی مدد کے لیے میدانِ عمل میں اترے۔ اور سب سے پہلا قادیانی مبلغ عبدالرحمٰن افغانستان میں انگریزوں کے حق میں جذبۂ جہاد کے خلاف مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات کی نشر واشاعت کرتے ہوئے پکڑا گیا اور کیفر کردار کو پہنچا۔اس کے قتل کی کہانی تاریخ احمدیت جلد سوم مؤلفہ دوست محمد شاہد، صفحہ ۱۸۴ پر درج ہے۔

### عبداللطیف قادیانی کا رجم (جولائی ۱۹۰۳ء):

عبداللطیف قادیانی دوسرا قادیانی مبلغ تھا جو امیر حبیب اللہ والیٔ افغانستان کے عہد میں سنگسار کیا گیا۔اس پر بھی انگریزوں کی جاسوسی اور قادیانی عقائد کے مطابق جہاد کے بارے میں خلافِ اسلام نظریات کے پرچار کے الزامات ثابت ہوئے ۔صاحبزادہ عبداللطیف ایک مرتبہ بذاتِ خود قادیان پہنچ کر مرزا غلام احمد کی زیارت سے بھی بزعم خود مشرف ہو چکا تھا ایک عرصہ اس کے پاس قادیان میں رہ کر واپس افغانستان پہنچا جس کے بعد حکومتِ افغانستان نے اُسے گرفتار کر کے سنگسار کروا دیا۔اس ساری کہانی سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبزادہ عبداللطیف کے مرزا غلام احمد کے ساتھ خصوصی تعلقات تھے۔اور قادیان میں ان سے ملاقات بھی بعض خصوصی ہدایات کی غرض سے تھی۔افغانستان واپس جا کر جب وہ مرزا کے احکامات کی روشنی میں مصروفِ کار رہا تو فوراً افغانستان حکومت حرکت میں آئی اور اس نے صاحبزادہ عبداللطیف قادیانی کو بھی مولوی عبدالرحمٰن کی طرح موت کے گھاٹ اتار دیا۔اس قادیانی مبلغ کے رجم کے بارے میں جو بات سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے وہ یہ کہ اس رجم میں امیر افغانستان

امیر حبیب اللہ نے بذاتِ خود خاصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا اس کے رجم کی کہانی تاریخ احمدیت میں اس طرح تحریر کی گئی ہے۔

''واقعہ یوں ہوا کہ صاحبزادہ عبداللطیف آخر ۱۹۰۲ء نومبر میں حج بیت اللہ کے ارادے سے اپنے وطن سے روانہ ہوئے۔ امیر حبیب اللہ خان نے انعام واکرام سے رخصت کیا۔ آپ قابل سے خوست اور وہاں سے لاہور ہوتے ہوئے قادیان تشریف لائے۔ حضرت صاحبزادہ کے ساتھ مولوی عبدالجلیل، مولوی سید عبدالستار اور ایک اور عالم بھی تھے۔ جن کو وزیروں کا مولوی کہا جاتا تھا۔ سید عبدالستار کا بیان ہے کہ مولوی عبداللطیف پیدل ہی بٹالہ سے قادیان روانہ ہوئے۔ حضرت صاحبزادہ امیر کابل سے چھے ماہ کی رخصت لے کر آئے تھے۔ جب روانگی کا وقت آیا تو صاحبزادہ نے حضرت مسیح موعود سے رخصت ہونے کی اجازت مانگی تو حضور نے فرمایا آپ کو دوسرے سال حج کے لیے جانا ہے۔ تو آپ یہیں ٹھہر جائیں مگر انھوں نے کہا کہ حج کے لیے پھر آجاؤں گا۔ آخر حضور نے ان کے اصرار پہ دو چار دن کے بعد انہیں اجازت دے دی۔ جب صاحبزادہ روانہ ہوئے تو حضور اور حضور کے خدّام احمد نور کابلی کے بیان کے مطابق وڈالہ کی نہر تک چھوڑنے کے لیے تشریف لے گئے۔ یہ غالباً آخر جنوری ۱۹۰۳ء کا واقع ہے۔ صاحبزادہ رخصت ہونے لگے تو آپ جوشِ عقیدت سے حضرت اقدس کے پاؤں پر گر پڑے اور دونوں ہاتھوں سے حضور کے قدم مبارک پکڑ لیے اور عرض کیا کہ میرے لیے دعا فرمائیں تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ اچھا میں آپ کے لیے دعا کرتا ہوں، آپ میرے پاؤں چھوڑ دیں۔ انھوں نے پاؤں نہ چھوڑنے پر اصرار کیا۔'' (تاریخ احمدیت جلد سوئم مؤلفہ دوست محمد شاہد ص ۳۴۲)

مندرجہ بالا تحریر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مولوی عبداللطیف قادیانی 'افغانستان میں ملازم تھا اور مرزا غلام احمد سے انتہائی عقیدت رکھتا تھا۔ وہ حکومتِ افغانستان سے چھے ماہ کی رخصت برائے حج لے کر حج کی بجائے قادیان چلا آیا اور یہاں مرزا غلام احمد کے پاس رہ کر افغانستان میں کام کرنے کا لائحہ عمل تیار کیا اور واپس روانہ ہوا۔ تحریر سے واضح ہوتا ہے چونکہ مرزا غلام احمد نے ایک اہم کام اس کے سپرد کر دیا تھا اس لیے اس کی دلجوئی کے لیے اس کی توقع سے زیادہ پذیرائی ہوئی کہ خود اس کو رخصت کرنے کے لیے مرزا غلام احمد دو تین میل پیدل اس کے ہمراہ گیا اور اسے خصوصی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ شومئ قسمت یہ دعائیں قبول نہ ہوئیں۔ صاحبزادہ عبداللطیف کے رجم کا واقعہ بھی تاریخ احمدیت میں درج ہے جس سے امیر حبیب اللہ والیٔ افغانستان کی دین سے وابستگی اور دینی جذبہ کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔

''تب امیر نے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ قاضی نے کہا کہ آپ بادشاہِ وقت ہیں آپ پہلا پتھر چلائیں۔ تب امیر حبیب اللہ نے کہا کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو اور تمہارا ہی فتویٰ ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں تب قاضی نے گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر چلایا۔ جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی۔ پھر بعد اس کے بدنصیب امیر حبیب اللہ نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا۔ پھر کیا تھا اس کی پیروی میں ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے شہید پر پتھر نہ پھینکا ہو، یہاں تک کہ کثرتِ پتھر سے شہید کے سر پر ایک کوٹھا پتھروں کا جمع ہو گیا پھر امیر نے واپس ہوتے وقت کہا کہ یہ شخص کہتا تھا کہ میں چھے روز تک زندہ ہو جاؤں گا اس پر چھے روز تک پہرہ رہنا چاہیے۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا ۱۴ رجولائی کو وقوع پذیر ہوا۔''

## ملاعبدالحلیم اور ملانور علی کا قتل:

تیسرا واقعہ جس سے انگریزوں کے حق میں قادیانیوں کی جاسوسی پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے افغانستان میں دو قادیانیوں کا قتل ہے، جس کی داستان خود قادیانی تحریروں میں موجود ہے۔

> ''افغانستان کے وزیر داخلہ نے مندرجہ ذیل بیان جاری کیا ہے۔ کابل کے دو اشخاص عبدالحلیم چہار آسانی اور ملانور علی دکاندار قادیانی عقائد کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ جمہوریہ نے ان کی حرکت سے مشتعل ہو کر ان کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرم ثابت ہو کر عوام کے ہاتھوں پنج شنبہ ۱۱ر رجب کو عدم آباد پہنچائے گئے ان کے خلاف مدت سے ایک اور دعویٰ دائر ہو چکا تھا اور مملکتِ افغانیہ کے مصالح کے خلاف غیر ملکی لوگوں کے سازشی خطوط ان کے قبضے سے پائے گئے۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھ بک چکے تھے۔ اس واقعہ کی تفصیل مزید تفتیش کے بعد شائع کی جائے گی۔ اخبار امان افغانستان (۱)

اس کے علاوہ نعمت علی قادیانی کا رجم ۱۹۲۴ء اور ولی داد خان کا قتل ۱۹۳۹ء کی داستان اگلی قسط میں بیان کی جائے گی۔ آخر میں جو اہم بات ہم قارئین تک پہنچانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ پوری تحریر جو آپ اس مضمون میں پڑھ چکے ہیں اس بات کی ایک بیّن دلیل ہے کہ قادیانیت کی پوری تاریخ باری تعالیٰ کے اس ارشاد کے خلاف صریحاً بغاوت ہے کہ

> ''یہود و نصاریٰ کبھی تمہارے دوست نہیں ہو سکتے جب تمہیں صدمہ پہنچتا ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں اور جب تمہیں خوشی حاصل ہوتی ہے تو یہ رنجیدہ ہوتے ہیں۔''

یہ پچھلے ایک سو سال سے فقط انگریزوں کی جاسوسی اور جہاد کے خلاف مسلم ممالک کے اندر ایک منظم اور مستحکم منصوبہ بندی کے تحت کام کرتے نظر آتے ہیں۔ آج بھی یہ سفلہ صفت ٹولہ برطانوی اور امریکی سامراج کی خوشنودی اور یہودیوں کی فلاح کی خاطر وہی خدمات سرانجام دے رہا ہے، جو ان کا محبوب فریضہ بن چکا ہے۔ ان کے ناپاک دامن میں سوائے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے، اُن کی جاسوسی کرنے جہاد کے خلاف مہم چلانے کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اس بات کا یہ اعتراف ہی نہیں کرتے بلکہ اس پر فخر بھی کرتے ہیں اور اس کے باوجود مسلمان کہلانے پر بضد ہیں۔

دراصل یہ جشن صد سالہ اسلام اور اہل اسلام کی خدمات کا نہیں بلکہ خلاف اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی جانی و مالی قربانیوں کا جشن ہے۔ جس کا ذکر آپ اوپر پڑھ چکے ہیں اور آئندہ قسطوں میں بھی ان شاءاللہ پڑھ لیں گے۔ اور اس جشن کا صرف اور صرف ایک ہی مقصد ہے کہ یہود و نصاریٰ کے اور زیادہ قریب ہو کر ان کی مالی معاونت سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا سکیں جو انھیں کسی طور بھی مسلمان تسلیم نہیں کرتے اور ان کے خلاف صف آرا ہیں اور آئندہ بھی صف آرا رہیں گے:

(۱) اخبار الفضل قادیان جلد ۱۲ نمبر ۹۶ مورخہ مارچ ۱۹۲۵ء

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ ابولہبی

**احرار اور قادیانیت:**

قادیانیت پر پچھلی قسطوں میں جو کچھ نذرِ قارئین کیا گیا ہے اُس کا خلاصہ یہی ہے کہ یہ تخریبی تحریک انگریزوں کے ایماء پر مرزا غلام قادیانی کی جہاد دشمنی سے بھری پڑی ہے۔ بلادِ اسلامیہ میں قادیانیوں نے جس جانفشانی سے انگریزوں کی جاسوسی اور جہاد کی مخالفت پر جتنا زور صرف کیا ہے۔ اس کی کوئی دوسری مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ اگر اس ساری کوشش اور کاوش کو پیش نظر رکھا جائے تو اسے برملا طور پر اسلام کے خلاف بغاوت قرار دیا جاسکتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے تو واضح طور پر قادیانیت کو اسلام اور ہندوستان دونوں کا غدار قرار دیا تھا۔ اس موضوع پر اسلامی دنیا کے نام ور سکالر مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف ''قادیانیت'' میں اسلام سے ان کی غداری کی داستان کو اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

''ان تعلیمات اور اس عقیدہ اور تبلیغ کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ انگریزی حکومت کی وفاداری اور اخلاص اور اس کی خدمت کا جذبہ قادیانی جماعت کے ذہن اور اس کی سیرت اور اخلاق کا ایک جز بن گیا اور انگریزی حکومت کو اس جماعت میں ایسے مخلص خادم اور ایسے مستعد رضا کار ہاتھ آئے جنھوں نے ہندوستان اور ہندوستان سے باہر حکومت کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور اس کی خاطر اپنا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ افغانستان میں عبداللطیف قادیانیت کا ایک پُر جوش داعی تھا جو جہاد کی برملا تردید کرتا تھا۔ وہ افغان قوم کے اُس جذبۂ جہاد کو فنا کرنے کے درپیش تھا۔ جس نے کبھی اس ملک پر کسی غیر مسلم فاتح یا حکمران کے قدم جمنے نہیں دیئے اور جو انگریزی حکومت کو ہمیشہ پریشان کرتا رہا ہے اسی بنا پر حکومتِ افغانستان نے اس کو قتل کر دیا۔ مرزا بشیر الدین محمود نے خود ایک اطالوی مصنف کی کتاب کے حوالے سے ذکر کیا ہے:

''اطالوی مصنف لکھتا ہے کہ صاحبزادہ عبداللطیف کو اس وجہ سے شہید کیا گیا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے اور حکومتِ افغانستان کو خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ اس سے افغانوں کا جذبۂ حریت کمزور پڑ جائے گا اور اس پر انگریزوں کا اقتدار چھا جائے گا۔'' (''الفضل'' ۶ راگست ۱۹۲۵ء)

اسی خطبے میں وہ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

''اگر ہمارے آدمی افغانستان میں خاموش رہتے اور جہاد کے باب میں جماعتِ احمدیہ کے مسلک کو بیان نہ کرتے تو شرعی طور پر ان پر کوئی اعتراض نہ تھا مگر وہ اس بڑھے ہوئے جوش کا شکار ہوگئے جو انھیں حکومتِ برطانیہ کے متعلق تھا اور وہ اسی ہمدردی کی وجہ سے مستحق سزا ہوگئے جو قادیان سے لے کر اٹھے تھے۔'' (''الفضل'' ۶ راگست ۱۹۲۵ء)

اسی طرح مُلا عبدالحلیم اور مُلا نور علی قادیانی کے پاس سے ایسی دستاویز اور خطوط برآمد ہوئے جن سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ افغانی حکومت کے غدار، انگریزی حکومت کے ایجنٹ اور جاسوس ہیں۔

اخبار ''الفضل'' نے افغانی اخبار ''امان افغان'' کے حوالے سے اس اطلاع کو فخریہ شائع کیا:

''افغان حکومت کے وزیر داخلہ نے مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا ہے کہ کابل کے دو اشخاص مُلا عبدالحلیم اور مُلا نور علی دکاندار قادیانی عقائد کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ اور لوگوں کو اس عقیدہ کی تلقین کر کے انھیں صلاح کی راہ سے بھٹکار ہے تھے۔ جمہور نے ان کی اس حرکت سے مشتعل ہو کر ان کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرم ثابت ہو کر عوام کے ہاتھوں پنجشبہ ۱۱ر رجب کو عدم آباد پہنچائے گئے۔ ان کے خلاف مدت سے ایک اور دعویٰ دائر ہو چکا تھا اور مملکتِ افغانیہ کے خلاف غیر ملکی لوگوں کے سازشی خطوط ان کے قبضے سے پائے گئے جن سے پایا جاتا تھا کہ وہ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھ بک چکے ہیں۔'' (''الفضل'' ۳ر مارچ ۱۹۲۵ء)

مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے اس سپاسنامے میں جو ۱۹ر جنوری ۱۹۲۲ء کو ''پرنس آف ویلز'' کو پیش کیا تھا۔ ان واقعات کا فخریہ ذکر کیا ہے اور ظاہر کیا ہے کہ یہ سب قربانیاں انگریزی حکومت کے ساتھ اخلاص و وفاداری کا نتیجہ ہیں:

بجرم عشق توام می کشند غوغائیست
تو نیز بر سرِ بام آ کہ خوش تماشائیست

مرزا صاحب حکومتِ برطانیہ کا اقبال اور اس کی وسعت و استحکام دیکھ کر یقین رکھتے تھے کہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کو کبھی زوال نہیں آئے گا۔ ان کے نزدیک اس سے وفاداری کا اظہار اس کی قسمت سے اپنی قسمت کو وابستہ کر دینا ایک بڑی سیاسی دور بینی اور اعلیٰ درجہ کے تدبر کی بات تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص دینی فراست اور سیاسی بصیرت دونوں سے محروم ہو۔ اس کا یہی فیصلہ اور اندازہ ہوگا۔ اس کے علم و ادراک پر یہ بات بالکل مخفی رہی کہ ان کے انتقال پر نصف صدی نہ گزرنے پائے گی کہ یہ غیر متزلزل انگریزی حکومت جس کو وہ ''سایۂ الٰہ'' اور ''دولتِ دین پناہ'' سمجھتے تھے۔ ہندوستان سے اس طرح کوچ کر جائے گی جیسے کبھی یہاں اس کا وجود نہ تھا اور نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ساری دنیا میں اس کا ستارۂ اقبال غروب ہو جائے گا۔

مرزا صاحب نے اس غیر اسلامی اور مخالف اسلام حکومت سے جس طرح اپنی بے نیازی کا اظہار کیا ہے اور جس جوش کے ساتھ مسلمانوں کو محکومی اور غلامی کی زندگی کو نعمت سمجھنے کی تلقین کی ہے۔ اس کو اس منصب اور مقام سے کچھ مناسبت نہیں جس کے وہ داعی ہیں۔ اقبال مرحوم نے اسی بوالعجبی اور تضاد کی طرف اشارہ کیا ہے۔

شیخ اُو فردِ فرنگی را مرید
گرچہ گوید از مقام بایزید
گفت دیں را رونق از محکومیست
زندگانی از خودی محرومیست
دولتِ اغیارِ را رحمت شمرد
رقصہا گردِ کلیسا کرد و مُرد ماہ(۱)

(۱) ''قادیانیت'' مصنفہ ابوالحسن علی ندویؒ، صفحہ ۱۳۸ تا ۱۴۲

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی اس تحریر میں قادیانیت کے کارناموں کا سارا خلاصہ موجود ہے۔اس پر انھیں جشن صدسالہ ضرور منانا چاہیے کہ یہ خلافِ اسلام ایسے کارنامے ہیں کہ جس پر اہلِ اسلام کو تو شدید اعتراضات ہیں لیکن قادیانیوں کے لیے واقعی فخر ومباہات کی بات ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قادیانیوں کی دینِ اسلام کے خلاف یہ غداری اکابرِ احرارِ اسلام کو ان کے مقابل لے آئی اور مجلس احرارِ اسلام نے ملتِ اسلامیہ کے تعاون اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے انھیں ہر دو محاذ پر ناکام کیا اور آئندہ بھی قادیانی اپنے اُن منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ان شاء اللہ ناکام رہیں گے۔ جن کی آشیر باد انھیں یہودی اور نصرانی طاقتوں کی طرف سے حاصل ہے۔

مجلس احرارِ اسلام کی ۱۹۳۱ء کی تحریک کشمیر، احرار کا قادیان کے اندر داخلہ ۱۹۳۴ء، احرار کا قیامِ پاکستان کے بعد قادیانیوں کا شدت کے ساتھ محاسبہ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ ''ہر فرعونے را موسیٰ'' کی مصداق ہر باطل تحریک کے مقابلے میں حق والے موجود رہیں گے۔احرار انہی حق والوں کی نمائندگی کرتے ہوئے قادیانیوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے ہیں اور اس وقت بھی قادیانیوں کی ملک دشمن اور اسلام دشمن سرگرمیوں کے سدباب کے لیے صف آرا ہیں۔تحریک کشمیر ہو یا پھر قادیان میں مسلمانوں کے داخلے کی تحریک پاکستان بن جانے کے بعد ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت ہو یا پھر ۱۹۷۴ء کی تحریک، مجلس احرارِ اسلام کو ان تمام تحریکوں میں مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔احرار کی ردّ قادیانیت مہم کے بارے میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ اپنی کتاب تحفۂ قادیانیت جلد دوم صفحہ ۶۸۔۶۹ میں اپنے تأثرات اس طرح بیان کرتے ہیں۔

### احرار کی تنقیدی مہم:

''احرار کے نزدیک قادیانی ناموسِ رسالت کے قزاق اور انگریز کے وفادار پالتو تھے۔قادیانی نبوت سراسر مکاری وعیاری اور دجل وتلبیس کا دامِ فریب تھا۔قادیانیوں کی حکومت کے لیے جاسوسی اور خوشامد اسلام اور مسلمانوں سے غداری کے مترادف تھی۔اس لیے احرار کے کسی گوشۂ دل میں مرزائیت اور مرزائیوں کی عزت واحترام کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی۔وہ قادیانیت کو کسی سنجیدہ بحث وتجزیہ کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ان کے خیال میں مرزائیت اسلام اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک مذاق کی حیثیت رکھتی تھی اور مرزائی جماعت مسخروں کا ٹولہ تھا۔اس لیے احرار نے علمی بحثوں سے ہٹ کر مسلمانوں کو قادیانیوں سے نفرت دلانے پر توجہ دی اور اسے اپنے مذہبی فرائض میں شامل کرلیا۔

احرار کی تنقیدی مہم کے کئی پہلو تھے۔ان میں سب سے اہم پہلو یہ تھا کہ مرزا غلام احمد اور اُن کے حواریوں کے اخلاق وکردار کو ان کی کتابوں سے پیش کیا جاتا اور مسلمانوں کو توجہ دلائی جاتی کہ جن لوگوں کی یہ حالت ہو کیا وہ نبی یا مسیح موعود یا مذہبی پیشوا ہوسکتے ہیں؟ احرار جگہ جگہ جلسے کرتے اور مرزائی لٹریچر سے وہ مواد پیش کرتے جس سے مرزائیت ایک اضحوکہ بن کر رہ جائے۔مرزائیوں کو شکایت ہوتی کہ ''احرار'' ان کے مسیح موعود کو گالیاں دیتے ہیں۔ان کے خلیفہ کی بے ادبی کرتے ہیں لیکن شکایت بے جا تھی۔احرار کا جرم اگر تھا تو یہ تھا کہ وہ مرزائی لٹریچر کے آئینے میں مرزائیت کا بھیانک چہرہ لوگوں کے

سامنے پیش کر دیتے تھے۔ مثلاً ''سیرت المہدی'' میں صاحبزادہ مرزا بشیر قادیانی نے بہت سے واقعات درج کیے کہ مرزا غلام احمد نامحرم عورتوں سے ربط رکھتے تھے۔ نامحرم جوان لڑکیاں شبِ تنہائی میں ان کی ''خدمت'' کیا کرتی تھیں۔ ان کے کمرۂ خاص میں ان کے سامنے غیر عورتیں بلاتکلف برہنہ غسل فرمایا کرتی تھیں اور اس قسم کے بے شمار واقعات احرار بیان کرتے تو لوگ سن کر کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے اور مرزائیوں کی طرف سے واویلا کیا جاتا کہ احرار ہمیں گالیاں دیتے ہیں۔''

احرار کے محاسبے سے خود قادیانی سربراہ کس قدر پریشان اور نالاں تھے اس کا اندازہ مرزا بشیر الدین محمود کے ان خطبات سے واضح ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''پھر وہ لوگ جو پہلے سیاسی کاموں کی وجہ سے ہمارے مداح تھے، ان میں سے بھی کچھ تو کھلے طور پر ہماری مخالفت میں لگ گئے ہیں۔ بعض تو صاف احراریوں سے مل گئے ہیں۔ ان کی مجالس میں جاتے ہیں۔ ان کے لیے چندہ جمع کرتے ہیں اور چند گنتی کے لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب نے یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔''

(خطبہ مرزا بشیر الدین، ''الفضل'' ۱۵ ؍مارچ ۱۹۳۴ء ص:۲۱)

(۲) ''میں حیران ہوں کہ آخر ان حکام اور ان احراریوں کا ہم نے کیا بگاڑا ہے میں نے بتحمل بالطبع اس پر غور کیا ہے کہ ہم نے ان کو کیا نقصان پہنچایا ہے لیکن کوئی بات مجھے نظر نہیں آئی۔ ہم نے ہر ایک کی خدمت کی ہے اور خدمت کرنے کے لیے اپنی عزت کی قربانی دی۔ ماریں کھائیں، گالیاں کھائیں، احراری اب بھی کہتے ہیں کہ ہم مذہبی اختلاف کو برداشت کر سکتے ہیں (حالانکہ وہ اختلافات ناقابل برداشت ہیں) مگر ان کی حکومت کے ساتھ وفاداری کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم نے حکومت کی خاطر اس قدر تکلیفیں اٹھائیں مگر اس نے کیا کیا۔ ہمیں نہ تو ملک کی خدمت سے کچھ ملا اور نہ حکومت کی خدمت سے۔ سوائے اس کہ گالیاں کھائیں اور ماریں کھائیں۔'' (خطبہ مرزا بشیر الدین ''الفضل'' یکم نومبر ۱۹۳۴ء)

(۳) ''جمعیۃ العلماء اس وقت تک خاموش تھی۔ کیونکہ ان کے لیڈروں کو احراریوں کے سرکردہ لوگوں سے بغض وعناد تھا مگر جب اس نے دیکھا کہ یہ مسئلہ خاص طور پر اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے اور مسلمانوں کی ایک خاصی تعداد کی توجہ اس طرف ہے تو اس نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہ جماعتِ احمدیہ کو کچلنے کا سہرا احراریوں کے سر رہے۔ پس اس نے بھی اعلان کر دیا کہ مسلمانانِ عالم کے سامنے اس وقت سب سے بڑا فتنہ جماعتِ احمدیہ کا ہے اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کا استیصال کریں۔ جب اس زور شور سے اغیار نے جماعتِ احمدیہ کا مقابلہ ہوتے دیکھا تو ان میں آریہ سماج کے اخبار بھلا کہاں خاموش رہ سکتے تھے۔ قادیان کے آریہ اور سکھ بھی ان میں شامل ہو گئے۔'' (خطبہ مرزا بشیر الدین محمود، الفضل ۳۰ ؍مئی ۱۹۳۵ء)

(۴) ''آج ہمیں احراریوں سے بھی کہہ دینا چاہیے کہ ہم نرم طبائع رکھتے ہیں، فسادی نہیں ہیں، لیکن تمہاری ایک

ایک قربانی کے مقابلے میں دس دس پیش کر کے بھی ہم خوش نہیں ہوں گے۔ ہم اس وقت تک آرام کا سانس نہیں لیں گے۔ جب تک تم لوگ یا تو توبہ نہ کرلو یا پھر تمہارے نظام کو ہم دنیا سے فنا نہ کردیں اور تمہاری پارٹی کو توڑ نہ دیں۔ ہمارے آرام کی اب دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم مؤمن بن جاؤ اور دوسری یہ کہ تم پراگندہ ہو جاؤ۔'' (خطبہ مرزا بشیر الدین ''الفضل'' ۱۲؍جون ۱۹۳۵ء)

(۵) ''ابھی چند ہفتے ہوئے، میں نے اسی منبر پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ زمین احرار کے پاؤں تلے سے نکلی جارہی ہے اور میں نے ان کی شکست ان کے قریب آتے دیکھ رہا ہوں۔ اب دنیا نے دیکھ لیا۔ وہ زمین ان کے پاؤں تلے سے نکل گئی۔''

ہماری جماعت میں بے شک پچھلے ایام میں ایسا طویل ابتلا آیا کہ بہت سے لوگ ایسا خیال کرنے لگ گئے تھے کہ نہ معلوم خدا تعالیٰ کی مدد کب آئے گی اور عام طور پر یہ کہا جانے لگا کہ اس حملے کا سلسلہ بہت لمبا ہو گیا ہے۔ مگر کسی کو کیا معلوم تھا (البتہ میاں محمود احمد صاحب کو شاید معلوم تھا جب کہ انھوں نے کچھ دنوں پہلے پیش گوئی کی تھی کہ زمین احرار کے پاؤں تلے سے نکلی جارہی ہے۔ (للمؤلف) کہ خدا تعالیٰ نے اس فتنہ کا علاج امرتسر میں گوردوارے پربندھک کمیٹی کے پاس رکھا ہوا ہے جو مسجد شہید گنج کے انہدام کے سلسلے میں ظاہر ہو گیا اور جس نے مسلمانوں پر ثابت کردیا کہ احرار جو ہماری مخالفت اسلام کے نام سے کر رہے تھے وہ جھوٹے تھے۔ اسلام کے لیے قربانی کرنا ان کا طریق نہیں وہ تو اپنی ذاتی بڑائی کے لیے کام کرتے ہیں اور جب ذاتی لڑائی حاصل نہ ہوئی تو وہ خدا تعالیٰ کے گھر بھی قربانی کرنے کے لیے تیار نہیں۔ لاہور میں سکھوں نے جو شہید گنج کی مسجد شہید کی تو قادیانی صاحبان متوقع اور منتظر تھے کہ احرار کٹ مریں گے اور قصہ پاک ہو جائے گا لیکن احرار نے آئینی اور قانونی تدابیر کو مقدم سمجھا اور بعد میں تمام اکابر کی بھی یہی رائے پائی۔ اس لیے قادیانی صاحبان کو مایوسی ہوئی (للمؤلف)

(تقریر خلیفہ قادیاں، ''الفضل'' ۱۹؍اکتوبر ۱۹۳۵ء/ قادیانی مذہب، پروفیسر الیاس برنی، صفحہ ۵۱، ۵۲)

(۶) ''مجھے یاد ہے ہم میں سے بعض کہا کرتے تھے کہ اب مولوی ثناء اللہ کی طاقت ٹوٹ گئی ہے۔ مگر اب میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ان کی طاقت زیادہ تھی یا احرار کی اسی طرح اب بعض یہ خیال کر رہے ہیں کہ احرار کی طاقت ٹوٹ گئی ہے، اب ہم سو جائیں، مگر یاد رکھو تمہارے لیے سونا مقدر نہیں ہے۔ تم یا تو جاگو گے یا مرو گے۔''

(ہائے رے بے خوابی۔ موت کا ایک دن معین ہے۔ نیند کیوں رات بھر نہیں آتی، للمؤلف)

(خطبہ مرزا محمود احمد، مندرجہ ''الفضل'' ۲۲؍مئی ۱۹۳۶ء/ منقول قادیانی مذہب، الیاس برنی، صفحہ ۷۳)

(۷) ''اگر پنڈت جواہر لال نہرو اعلان کردیتے کہ احمدیت کو مٹانے کے لیے وہ اپنی تمام طاقت خرچ کردیں گے جیسا کہ احرار نے کیا ہوا ہے تو اس قسم کا استقبال بے عزتی ہوتا لیکن اگر اس کے برخلاف یہ مثال موجود ہو کہ

قریب کے زمانے میں ہی پنڈت نہرو نے ڈاکٹر اقبال کے ان مضامین کا رد لکھا ہے جو انہوں نے احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ قرار دیے جانے کے لیے لکھے تھے اور نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے احمدیت پر اعتراضات اور احمدیوں کو علیحدہ کرنے کا سوال بالکل نامعقول اور خود ان کے گذشتہ رویے کے خلاف ہے تو ایسے شخص کا جب کہ وہ صوبہ میں مہمان کی حیثیت سے آرہا ہو ایک سیاسی انجمن (یعنی قادیانیوں کی نیشنل لیگ للمؤلف) کی طرف سے استقبال بہت اچھی بات ہے۔‘‘

(خطبہ مرزا محمود مندرجہ الفضل ۱۱؍جون ۱۹۳۴ء)(منقول از قادیانی مذہب، الیاس برنی، صفحہ ۹۴)

ان تمام خطبات سے مجلس احرار اسلام کے قادیانیت محاسبے کی شدت صاف جھلک رہی ہے۔

قادیانیو! تم جشن مناتے رہو احرار کا محاسبۂ قادیانیت اسی طرح سے انشاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا اور تم کبھی بھی ملت اسلامیہ کا حصہ نہ بن پاؤ گے جو تمہاری پہلی منشاء ہے اور نہ ہی تم دنیا میں کہیں اسرائیل طرز کی کوئی ریاست قائم کرسکو گے جو تمہاری دوسری خواہش ہے۔ احرار تمہارے محاسبے میں اپنی روایت کے عین مطابق تمہیں ہر محاذ پر شکست دیں گے جس طرح پہلے ہر محاذ پر تمہاری تمام تر شکستوں کا بنیادی سبب مجلس احرار اسلام کی طرف سے تمہارا محاسبہ رہا ہے جس کا اعلان آپ کے مرشد خود اپنے خطبوں میں کر رہے ہیں۔ ہماری طرف سے انشاء اللہ یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ کہ تمہیں دجل وفریب کے لیے یوں کھلا نہیں چھوڑا جاسکتا

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

a a a